مختلف الحدیث اور تکملہ فتح الملہم میں جمع و تطبیق کے اسالیب

Styles of Mutual Understanding between Mukhtaliful Hadees and Takmilah Fathul Mulhim

ڈاکٹر ظلِ ہما: اسسٹنٹ پروفیسر، رشعبہ علومِ اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی جھنگ، کیمپس جھنگ

Abstract

The discpline of Hadith Studies is one of the richest and exclusive discipline of knowledge as its branches extend to hundred. The religious scholars had written thousands monographs concerning Hadith interpretations and explanations. Many voluminous works appeared and exist and each of them is a commendable contribution to Hadith explanations. One of significant works on Hadith explanations is "Takmila Fath-al-Mulhim" that is the result of scholastic efforts of many years by Mufti Muhammad Taqi Usmani. This explanation of Hadith book Muslim was originated and finished till the "section of Marriage" by Allama shabbir Ahmad Usmani but he couldn't extend to it to the last chapter due to his political engagements and later his demise closed the chapter. Mufti Muhammad Taqi usmani completed the remaining work in 18 years and 9 months. Ilm -e-Mukhtalif- ul -Hadith, the science of harmonizing the contradictory Hadith narrations, is of vital importance in interpreting the Hadith texts. With this perspective, the present article deals with different methods adopted by Mufti Muhammad Taqi usmani in his explanation for interpreting and harmonizing the Hadith texts.

دوسری صدی ہجری کے بعد حدیث کی باقاعدہ تدوین شروع ہوئی اور تیسری صدی ہجری میں ائمہ ستہ کی مشہور زمانہ تالیفات وجود میں آگئیں۔ احادیث کی جمع و ترتیب اور تہذیب کا یہ سلسلہ چلتا رہا اور مختلف انداز سے محدثین احادیث کو ترتیب دینے کی خدمات سرانجام دیتے رہے لیکن اس میں جو تلقی بالقبول صحیحین کو حاصل ہوا اور ان کی صحت پر امت مسلمہ کا جو اجماع ہوا، یہ مقام عظیم کسی اور مجموعہ حدیث کو حاصل نہ ہو سکا۔ مسلم بشرح النووی"، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۳۶۹ھ) کی "فتح الملہم" اور جسٹس تقی عثمانی کی "تکملہ فتح الملہم" کو اہم اور نمایاں مقام حاصل ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب کی شرح ہذا دراصل شبیر احمد عثمانی کی شرح "فتح الملہم" کا تکملہ ہے۔ یہ صحیح مسلم کی عظیم الشان شرح ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے چودھویں

صدی ہجری کے وسط میں "صحیح مسلم" کی شرح "فتح الملہم" لکھنے کا آغاز کیا۔ آپ نے یہ شرح "کتاب النکاح" تک تحریر فرمائی تھی کہ مسلمانوں کے لیے پاکستان کی شکل میں ایک ایسے خطہ کے حصول کی کاوشیں شروع ہو گئیں، جہاں مسلمان انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی سے نکل کر آزادی کی زندگی گزار سکیں۔ انگریزوں کی قوت اور ہندوؤں کی اکثریت سے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ خطہ کا حصول ایک خواب کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اس خواب کی عملی تعبیر میں سر گرم ہوئے تو تصنیف و تالیف کا کام رک گیا اور "کتاب النکاح" سے آگے نہ بڑھ سکا۔ یہاں تک کہ ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۹۴۹ء کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور "فتح الملہم" کا یہ کام تشنۂ تکمیل رہ گیا۔ تقریباً پچاس سال کا عرصہ اسی طرح گذر گیا، یہاں تک کہ شرح ہذا کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کو منتخب فرمایا۔ انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع کے حکم پر ۲۵ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ کو اس کام کا آغاز کیا اور تقریباً پونے انیس سال کی خاموش محنت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ۲۶ صفر ۱۴۱۵ھ کو مولانا محمد تقی عثمانی کے ہاتھوں سے "فتح الملہم" کی تکمیل فرمادی۔

محمد تقی عثمانی صاحب موجودہ دور کے عظیم محقق، مدبر، مفسر، محدث اور مفکر ہیں۔ موصوف کی اس شرح میں یک جا اتنا محدثانہ اور محققانہ مواد مل جاتا ہے کہ صرف اسی ایک تصنیف کو متعلقہ مباحث میں ایک کتب خانہ کے قائم مقام قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس طرح یہ تصنیف اساتذۂ حدیث اور طالبان علوم نبوت کے لیے ایک گراں قدر علمی تحفہ، مباحث، معلومات، فوائد و نکات اور نادر تحقیقات و تنقیحات کا ایسا خزانہ بن گئی ہے جو انہیں سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی سے محفوظ کر دیتی ہے۔ اس مضمون میں تکملہ فتح الملہم میں متعارض احادیث کے مابین جمع و تطبیق کے حوالے سے مفتی تقی عثمانی صاحب کے مختلف مناہج و اسالیب پر روشنی ڈالی جائے گی۔

علم مختلف الحدیث کا تعلق متن سے ہے۔ اس میں ان احادیث کو زیر بحث لایا جاتا ہے جو درجہ کے اعتبار سے مقبول ہوں اور جن میں تضاد اور تناقض کا پایا جانا صرف ظاہراً ہو۔ چنانچہ احادیث کے اس ظاہری تعارض کو رفع کرنے کے لیے اس علم کے مختلف اصول و قواعد کو بروئے کار لاتے ہوئے باہم جمع و تطبیق سے کام لیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر ناسخ و منسوخ یا وجوہاتِ ترجیح کے ذریعے ان کا مفہوم متعین کیا جاتا ہے۔ اصول حدیث کی کتابوں میں اس علم کے لیے کچھ دوسرے نام بھی ملتے ہیں

مثلاً تلفیق الحدیث، اختلاف الحدیث، تاویل مختلف الحدیث، تاویل مشکل الحدیث، مناقضۃ الاحادیث و بیان محامل صحیحھا، مشکل الحدیث اور تاویل الحدیث۔ (۱)

مفتی تقی عثمانی صاحب کی شرح "تکملہ فتح الملہم" کے بالاستیعاب مطالعہ سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ آپ نے متعارض المفہوم احادیث کے مابین تطبیق کے ضمن میں درج ذیل اسالیب اختیار کیے ہیں:

۱۔ ذاتی تطبیقات

۲۔ متقدمین شارحین کی بیان کردہ تطبیقات

۳۔ متقدمین شارحین کی تطبیقات پر تبصرہ

ان مناہج کی وضاحت ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

ذاتی تطبیقات

متعارض احادیث کے تعارض کو رفع کرنے میں مولانا تقی عثمانی صاحب نے مختلف طریقے اختیار کیے ہیں۔ بعض مقامات پر احادیث کے مفاہیم کی وضاحت کے ساتھ تطبیق دی ہے، بعض اوقات راویوں کے تصرفات کی نشاندہی کرتے ہوئے اور بعض اوقات مختلف احادیث کو تعددِ واقعات پر محمول کرنے کے ساتھ تطبیق دی ہے۔ نیز بعض متعارض احادیث کے بارے میں عدم تعارض کی تصریح کی اور بعض مقامات پر دیگر روایات کی تائید پر مبنی تطبیق بیان کی ہے۔ اگر متعارض احادیث کے تعارض کو رفع کرنے میں مصنف موصوف منفرد تھے، توانھوں نے اس کا ذکر بھی کردیا ہے۔ ان مناہج کی تفصیل معہ امثلہ درج ذیل ہے۔

متعارض مفاہیم پر مبنی احادیث میں عدمِ تعارض کی نشاندہی

بعض احادیث کے مفاہیم بظاہر متعارض معلوم ہوتے ہیں۔ صاحبِ تکملہ نے ان احادیث کے بارے میں عدم تعارض کی صراحت کی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیثِ مبارکہ:

> عن بسر بن سعید، قال: سمعت أبا سعید الخدری یقول: کنت جالسا بالمدینۃ فی مجلس الانصار فأتانا ابوموسی فزعا أو مذعورا، قلنا: ما شأنک؟ قال: ان عمر أرسل الی أن آتیہ، فأتیت بابہ فسلمت ثلاثا فلم یرد علی فرجعت، فقال: ما منعک أن تأتینا؟ فقلت: انی أتیتک فسلمت علی بابک ثلاثا، فلم یردوا علی فرجعت، وقد قال رسول اللہ ﷺ اذا استأذن احدکم ثلاثا۔(۲)

سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابو موسی اشعریؓ کو بلایا۔ جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ آئے اور انہوں نے تین مرتبہ السلام علیکم کہا لیکن حضرت عمرؓ نے جواب نہ دیا، گویا حضرت ابو موسی اشعریؓ نے ملاقات کے لیے اجازت طلب کی۔ مگر حضرت عمرؓ نے اجازت نہیں دی۔

حضرت عمرؓ کے اجازت نہ دینے کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ امام بخاری نے ''صحیح البخاری'' میں روایت نقل کی ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ

أن عمرؓ كان مشغولاً بأمر۔ (۳)

حضرت عمرؓ کسی کام میں مشغول تھے۔

جب کہ امام بخاری نے ''ادب المفرد'' میں روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسی اشعریؓ کو ادب سکھانے کا ارادہ فرمایا، جب انہیں خبر پہنچی کہ وہ کوفہ کے زمانۂ اقتدار میں (جب وہ کوفہ کے حاکم تھے) لوگوں کو قید کیا کرتے تھے (اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے)۔ ''ادب المفرد'' میں امام بخاری کے الفاظ یہ ہیں:

يا عبد الله! اشتدّ عليك أن تحتبس على بابي؟ اعلم أن الناس كذلك يشتدّ عليهم أن يحتبسوا على بابك۔ (۴)

''اے عبد اللہ! تجھے یہ سخت لگا ہے کہ تجھے میرے دروازے پر روکا گیا ہے؟ جان لو، لوگوں کو بھی ایسے ہی ناگوار لگتا ہے، کہ انہیں تمہارے دروازے پر روکا جائے''۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے ان دونوں میں عدمِ تعارض کی وضاحت یوں کی:

ولا منافاة بين الوجهين، فيمكن أن يكون عمر رضى الله عنه أراد التأديب، وكان مع ذلك فى شغل۔ (۵)

دونوں طریقوں میں کوئی منافاۃ نہیں، ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ نے ڈانٹنے کے لیے ایسا کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی کام میں مشغول ہوں۔

تعددِ واقعات واحوال پر محمول کرنے کے ساتھ تطبیقات

متعارض روایات کے تعارض کو رفع کرنے میں مولانا تقی عثمانی صاحب کا ایک منہج یہ ہے کہ انہوں نے بعض مقامات پر روایات متعارضہ کو متعدد واقعات پر محمول کرنے کے ساتھ تطبیق دی ہے۔ اس منہج کی تصریح درج ذیل مثال سے ہوتی ہے۔

غزوہ حنین میں نبی ﷺ کے ساتھ رہنے والی مسلمان جماعت کی تعداد کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔

ترمذی کے ہاں ابن عمرؓ کی حسن اسناد کے ساتھ مروی حدیث میں ہے:

لقد رأيتنا يوم حنين، وان الناس لمولين، ومامع رسول الله ﷺ ماءة رجل۔ (۶)

ہم نے حنین کے دن دیکھا، لوگ پشت پھیر کر بھاگ رہے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ سو آدمی نہیں تھے۔

احمد کے ہاں ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے:

کنت مع النبی ﷺ یوم حنین، فولی عنہ الناس، وثبت معہ ثمانون رجلا من المہاجرین والانصار، فکنا علی أقدامنا، ولم نولھم الدبر، وھم الذین أنزل اللہ علیہم السکینۃ۔(۷)

میں حنین کے دن نبی ﷺ کے ساتھ تھا، لوگ آپ ﷺ سے بھاگ گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ مہاجرین اور انصار میں سے اسی (۸۰) آدمی جمے رہے، ہم اپنے قدموں پر تھے اور ہم نے ان کو پشت نہیں دکھائی اور یہ وہی لوگ تھے، جن پر اللہ نے سکینت اتاری۔

عباس بن عبدالمطلب کے شعر کے مطابق نبی ﷺ کے ساتھ جمے رہنے والے دس تھے۔

نصرنا رسول اللہ فی الحرب وقد فرّ من فرّ عنہ فاقشعوا
وعاشرنا وافی الحمام بنفسہ لما مسہ فی اللہ لا یتوجع (۸)

ہم نے نو ہجری میں جنگ میں نبی ﷺ کی مدد کی بھاگ گئے جو آپ ﷺ سے بھاگ گئے ہیں، پس وہ دور چلے گئے۔ ہمارے دس آدمیوں نے خود موت کا سامان کیا ان کو اللہ کے بارے میں ایسی خبر پہنچی، جو انہیں تکلیف نہیں دیتی۔

بخاری کے ہاں حضرت انسؓ کی روایت میں ہے:

فأدبروا عنہ، حتی بقی وحدہ۔ (۹)

وہ آپ ﷺ سے پیچھے پھر گئے حتی کہ آپ ﷺ اکیلے رہ گئے۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ کوئی باقی نہ رہا۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے ان روایات کو متعدد واقعات پر محمول کرتے ہوئے ان کے مابین یوں تطبیق دی:

ویمکن الجمع بین ھذہ الروایات بحملھا علی أوقات مختلفۃ، فمن الطبیعی فی مثل ھذہ الزحمۃ أن ینتقل الناس من مکان الی مکان، فتارۃ کان معہ ﷺ نحو ماءۃ من الصحابۃ، ومرۃ کانوا ثمانین، وأخری کانوا عشرۃ۔ وأما ما وقع فی حدیث أنس عند البخاری أنہ ﷺ بقی وحدہ، فلعلّ کان عند ما تقدم ﷺ الی العدو راجلا، فلم یکن معہ أحد فی ذلک المکان المتقدم، ولا ینافی ذلک أن یکون بعض الصحابۃ خلفہ۔ (۱۰)

ان روایات کے مابین یوں تطبیق دینا ممکن ہے کہ ان کو مختلف واقعات پر محمول کر لیا جائے۔ ایسی مزاحمت کے وقت میں لوگ طبعی طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں۔ کبھی آپ ﷺ کے ساتھ سو (۱۰۰) کے قریب صحابہ ہوں گے اور کبھی اسی (۸۰) اور کبھی دس (۱۰) اور جو

بخاری کے ہاں حدیث انسؓ میں ہے کہ آپ ﷺ اکیلے رہ گئے تھے، شاید کہ یہ اس وقت ہو، جب آپ ﷺ پیدل ہو کر دشمن کی طرف آگے بڑھے تھے، اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ اس جگہ میں کوئی نہ تھا اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے، کہ بعض صحابہ آپ ﷺ کے پیچھے ہوں۔

دیگر روایات کی تائید پر مبنی تطبیقات

بعض مقامات پر مولانا تقی عثمانی صاحب نے متعارض احادیث کے تعارض کو دور کرنے کے ضمن میں دیگر روایات کی تائید سے تطبیق دی ہے۔ اس اسلوب کی وضاحت ذیل کی مثال سے ہوتی ہے۔

صحیح مسلم کتاب "الجہاد والسیر" باب "الانفال" کی حدیثِ مبارکہ :

عن ابن عمر، قال: بعث رسول الله ﷺ سرية الى نجد، فخرجت فيها، فأصبنا ابلا وغنما، فبلغت سهامنا اثنى عشر بعيرا، اثنى عشر بعيرا، ونفّلنا رسول الله ﷺ بعيرا بعيرا۔ (۱۱)

دلالت کرتی ہے کہ انعام رسول ﷺ نے دیا، جب کہ ابوداؤد کے ہاں ابن اسحاق کی روایت ہے:

بعث رسول الله ﷺ سرية الى نجد، فخرجت معها، فأصبنا نعما كثيرا، فنفّلنا أميرنا بعيرا بعيرا لكل انسان، ثم قدمنا على رسول الله ﷺ، فقسم بيننا غنيمتنا، فأصاب كل رجل منّا اثنى عشر بعيرا بعد الخمس، وما حاسبنا رسول الله ﷺ بالذى أعطانا صاحبنا، ولا عاب عليه ما صنع، فكان لكل منا ثلاثة عشر بعيرا بنفله۔ (۱۲)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انعام دینے والے سریہ کے امیر تھے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے ان دونوں روایات کے مابین یوں تطبیق دی:

ويمكن الجمع بينهما أن النبى لما قرّر فعل أمير السرية، نسب التنفيل اليه ﷺ ويؤيده ما ورد فى الرواية السابقة من قول ابن عمر (۱۳) فلم يغّيره رسول الله ﷺ۔ (۱۴)

اور ان دونوں کے مابین تطبیق یوں ممکن ہے کہ جب نبی ﷺ نے سریہ کے امیر کے عمل کو برقرار رکھا، تو انعام دینے کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کر دی گئی اور اس کی تائید (سابقہ روایت میں) ابن عمرؓ کے اس قول سے ہوتی ہے: رسول ﷺ نے اس کو تبدیل نہیں کیا۔

راویوں کے اوہام کی نشاندہی کے ساتھ تطبیقات

بعض مقامات پر مفتی تقی عثمانی صاحب نے "متعارض المفہوم" روایات میں سے کسی ایک روایت کے راویوں کے اوہام کی نشاندہی کرتے ہوئے تعارض کو دور کیا ہے۔ اس منہج کی تصریح درج ذیل مثال سے کی جاسکتی ہے۔

صحیح مسلم کی حدیثِ مبارکہ:

حدثنا جويرية ابن أسماء، عن نافع، عن عبد الله قال: نادى فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم انصرف عن الأحزاب أن لا يصلّين أحد الظهر الّا فى بنى قريظة، فتخوّف ناس فوت الوقت فصلّوا دون بنى قريظة وقال آخرون: لا نصلّى الاّ حيث أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وان فاتنا الوقت، قال: فما عنّف واحدا من الفريقين۔ (۱۵)

میں نمازِ ظہر کی ادائیگی کا ذکر ہے جب کہ بعض دیگر روایات میں نمازِ عصر کا ذکر ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے:

''لا يصلين أحد العصر''۔ (۱۶) اسی طرح امام بیہقی نے عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت کیا ہے:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما رجع من طلب الاحزاب وضع عنه اللأمة، واغتسل، واستجمر، فتبدى له جبريل عليه السلام، فقال: عذيرک من محارب، ألا أراک قد وضعت اللأمة وما وضعناها بعد۔ قال: فوثب رسول الله صلى الله عليه وسلم فزعا، فعزم على الناس ألا يصلّوا صلاة العصر حتى يأتوا بنى قريظة۔ قال: فلبس الناس السلاح، فلم يأتوا بنى قريظة حتى غربت الشمس، فاختصم الناس عند غروب الشمس، فقال بعضهم: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم عزم علينا أن لا نصلّى حتى نأتى بنى قريظة، فانما نحن فى عزيمة رسول الله صلى الله عليه وسلم فليس علينا اثم، وصلّى طائفة من الناس احتسابا، وتركت طائفة منهم الصلاة حتى غربت الشمس، فصلّوها حين جاء وا بنى قريظة احتسابا۔ فلم يعنّف رسول الله صلى الله عليه وسلم واحدا من الفريقين۔ (۱۷)

نبی ﷺ جب احزاب کے طلب سے واپس لوٹے، زرہ اتاری، غسل کیا اور خوشبو لگائی، آپ ﷺ کے سامنے جبرئیل علیہ السلام آئے، انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ ان کا عذر قبول کریں، جو آپ ﷺ کے پاس جنگ سے عذر پیش کرنے کے لیے آئے ہیں، میں آپ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں، کہ آپ ﷺ نے زرہ اتار دی ہے اور ہم نے ابھی تک اسلحہ نہیں اتارا، راوی نے کہا: نبی ﷺ تیزی سے گھبرا کر اُٹھے لوگوں کو قسم دی کہ عصر کی نماز نہ پڑھنا، حتی کہ بنو قریظہ میں چلے جاؤ، راوی نے کہا: لوگوں نے اسلحہ پہن لیا، وہ ابھی بنو قریظہ کے قلعہ تک نہ پہنچے، حتی کہ سورج غروب ہو گیا، پس سورج کے غروب کے وقت لوگوں میں جھگڑا ہوا، بعض نے کہا: نبی ﷺ نے قسم دی ہے، کہ نماز نہ پڑھیں حتی کہ ہم بنو قریظہ میں پہنچ جائیں ہم نبی ﷺ کی اس قسم میں ہیں پس ہمارے اوپر کوئی گناہ نہیں اور لوگوں کی ایک جماعت نے ثواب حاصل کرتے ہوئے نماز پڑھ لی اور ایک جماعت نے نماز کو

چھوڑ دیا، حتی کہ سورج غروب ہو گیا انہوں نے بنو قریظہ پہنچ کر نماز پڑھی۔ ان کا مقصد بھی ثواب تھا تو نبی ﷺ نے دونوں جماعتوں میں سے کسی کو بھی عار نہیں دلائی۔

صاحبِ تکملہ نے حافظ ابن حجر کی تحقیقات کی روشنی میں رواۃ کے وہم کی نشاندہی یوں کی :

> أن عبد الله بن محمد بن أسماء شيخ البخاری ومسلم فی هذا الحديث لما حدث به البخاری حدثه بلفظ البخاری، ولما حدث به الآخرين حدثه بلفظ مسلم وهو لفظ جويرية، لانه قد رواه عن جويرية غير واحد بهذا اللفظ، بخلاف لفظ البخاری، ولعل حاصله أن جويرية وهم فی تعيينه بصلاة الظهر، ثم وهم عبد الله بن محمد بن أسماء عند ما حدث به البخاری، فروی عن جويرية صلاة العصر، مع انه روی صلاة الظهر۔ (۱۸)

اس حدیث میں عبداللہ بن محمد بن اسماء بخاری اور مسلم کے شیخ ہیں، جب انہوں نے بخاری کو بیان کیا، توانہوں نے بخاری کے لفظ سے ہی بیان کیا، اور جب انہوں نے دوسروں کو بیان کیا، توانہیں مسلم کے الفاظ بیان کیے اور وہ جویریہ کے الفاظ ہیں، اس لیے کہ اس کو کئی ایک لوگوں نے جویریہ سے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے، بخاری کے لفظ کے خلاف، اور شاید اس کا حاصل یہ ہے کہ جویریہ کو نمازِ ظہر کی تعیین میں وہم ہوا ہو پھر عبداللہ بن محمد بن اسماء کو وہم ہوا جب انہوں نے بخاری سے بیان کیا پس جویریہ سے صلاۃ العصر کو روایت کیا، حالانکہ وہ صلاۃ الظہر کو روایت کر رہے تھے۔

مفاہیم کی توضیح کے ساتھ تطبیقات

مفتی تقی عثمانی صاحب کی تحقیق کا ایک منہج یہ بھی ہے کہ انہوں نے متعارض احادیث کے مفاہیم کی وضاحت کرنے کے ساتھ ان روایات کے تعارض کو دور کیا ہے۔ اس اسلوب کی وضاحت درج ذیل مثال سے ہوتی ہے:

صحیح مسلم کی حدیثِ مبارکہ :

حدثنی محمد بن رافع، اخبرنا حجين، حدثنا ليث، عن عقيل، عن ابن شهاب، عن عروة بن الزبير، عن عائشة أنها أخبرته: أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم أرسلت الى أبی بكر الصديق تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه بالمدينة وفدک، وما بقی من خمس خيبر، فقال أبو بكر: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا نورث، ما تركنا صدقة، انما يأكل آل محمد صلى الله عليه وسلم فی هذا المال، وانّی والله لا أغيّر شيئا من صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حالها التی كانت عليها فی عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولأعملنّ فيها بما عمل به رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأبی أبوبكر أن يدفع الی فاطمة شيئا، فوجدت فاطمة علی أبی بكر فی ذلک، قال: فهجرته، فلم تكلّمه حتی توفيت، وعاشت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم

ستۃ أشھر، فلما توفیت دفنھا زوجھا علی بن ابی طالب لیلا، ولم یؤذن بھا أبا بکر، وصلی علیھا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۹)

دلالت کرتی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا اور وہ ناراضگی کی حالت میں فوت ہوئیں۔ صاحبِ تکملہ نے ان الفاظ کو امام زہری کی جانب سے مدرج اضافہ قرار دیا ہے (۲۰) جب کہ درج ذیل روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ، حضرت ابو بکرؓ سے ناراضگی کی حالت میں فوت نہیں ہوئیں۔

۱۔ بیہقی نے اپنی سنن میں شعبی سے نقل کیا ہے:

لما مرضت فاطمۃ رضی اللہ عنھا أتاھا أبوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ فاستأذن علیھا، فقال علی رضی اللہ عنہ: یا فاطمۃ! ھذا أبوبکر یستأذن علیک، فقالت: أتحب أن آذن لہ؟ قال: نعم، فأذنت لہ، فدخل علیھا یترضاھا، وقال: واللہ ما ترکت الدار والمال والأھل والعشیرۃ الا ابتغاء مرضاۃ اللہ ومرضاۃ رسولہ، ومرضاتکم أھل البیت، ثم ترضاھا حتی رضیت۔ (۲۱)

جب حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں حضرت ابو بکر صدیقؓ ان کے پاس آئے اور ان سے اندر آنے کی اجازت مانگی، حضرت علیؓ نے فرمایا! اے فاطمہؓ! ابو بکرؓ آپ سے اجازت مانگ رہے ہیں، انہوں نے کہا: کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں انہیں اجازت دوں؟ فرمایا: ہاں، پس انہوں نے اجازت دے دی، ابو بکرؓ ان کے پاس انہیں راضی کرنے کے لیے آئے اور فرمایا: اللہ کی قسم میں نے گھر، مال، اہل اور خاندان والوں کو نہیں چھوڑا، مگر اللہ، اس کے رسول اور اہلِ بیت کی رضا حاصل کرنے کے لیے، پھر وہ ان کو راضی کرتے رہے، حتی کہ وہ راضی ہو گئیں۔

۲۔ ابن السمان نے اوزاعی سے بیان کیا، فرمایا:

بلغنی أن فاطمۃ بنت رسول اللہ ﷺ غضبت علی أبی بکر، فخرج أبوبکر، حتی قام علی بابھا فی یوم حار، ثم قال: لا أبرح مکانی حتی ترضی عنی بنت رسول اللہ ﷺ، فدخل علیھا علی، فأقسم علیھا لترضی، فرضیت۔ (۲۲)

مجھے خبر پہنچی کہ حضرت فاطمہؓ ابو بکرؓ سے ناراض ہوئیں، ابو بکرؓ نکلے حتی کہ وہ حضرت فاطمہؓ کے دروازے پر کھڑے ہوئے، گرمی کا دن تھا، پھر فرمایا: میں اپنی جگہ سے نہیں ہٹوں گا، حتی کہ نبی ﷺ کی بیٹی مجھ سے راضی ہو جائیں، حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور انہیں قسم دی، کہ وہ راضی ہو جائیں پس وہ راضی ہو گئیں۔

۳۔ شعبی سے مروی ہے، انہوں نے کہا :

أن أبابكر قال لفاطمة: يا بنت رسول الله! ما خير عيش حياة أعيشها وأنت على ساخطة، فان كان عندک من رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک عهد فأنت الصادقة المصدقة المأمونة على ما قلت: قال: فما قام أبوبكر حتى رضيت ورضی۔(۲۳)

ابو بکرؓ نے فاطمہؓ سے کہا: اے رسول ﷺ کی بیٹی! کیا بہترین زندگی ہو سکتی ہے کہ میں زندہ رہوں اور تو مجھ سے ناراض رہے، اگر اس معاملے میں تمہارے پاس نبی ﷺ سے کوئی علم ہے تو تم سچی ہو، تمہاری تصدیق کی جائے گی اور اس پر اطمینان کیا جائے گا، تم جو کہو گی، راوی نے فرمایا: حضرت ابو بکرؓ اس وقت تک نہ اٹھے، حتی کہ وہ راضی ہو گئیں اور حضرت ابو بکرؓ بھی راضی ہو گئے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو ہمیشہ کے لیے نہیں چھوڑا تھا اور وہ ناراضگی کی حالت میں فوت نہیں ہوئیں۔

تقی صاحب نے ان روایات کے مابین یوں تطبیق دی:

والذی يظهر لهذا العبد الضعيف عفا الله عنه أنها فی أول الأمر طلبت الميراث، فلمّا أخبرها أبوبكر رضی الله عنه بالحديث المعروف فی أن الأنبياء لا يورثون سلمت له ما قال، ولكنّها طلبت تولية أراضی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لنفسها، أو لعلّی رضی الله عنه، ولكن أبابكر رضی الله عنه امتنع من ذلک لما رواه ابو داؤد عنه: ''ان الله اذا أطعم نبيا طعمة ثم قبضه، جعلها للذی يقوم من بعده'' فسكتت فاطمة رضی الله عنها، وقالت: ''انت وما سمعته'' ولكن بقی فی نفسها شیء فی تفسير هذا الحديث، وكأنها رأت أن هذا الحديث غير مانع من تسليم التولية اليها، فلم تبق فی قلبها بشاشة كاملة لسيدنا أبی بكر رضی الله عنه، وهذا كما يحدث بين مجتهدين يختلفان فی مسئلة مجتهد فيها، وليس ذلک من المعاداة۔ ولا من الهجران۔ وانما هو انقباض يسير ينشأ من اختلاف فی الآراء، وكان أبوبكر رضی الله عنه يشعر بذلک، فأراد أن يزول هذا الانقباض أيضا، فذهب اليها فی مرضها، وترضاها حتى رضيت، وعادت بينهما البشاشة الكاملة۔ (۲۴)

اس کمزور بندے کے سامنے جو ظاہر ہوتا ہے، وہ یہ ہے، کہ انہوں نے ابتداء میں میراث کا مطالبہ کیا، جب حضرت ابو بکرؓ نے ان کو معروف حدیث کے ساتھ خبر دی کہ انبیاء کی وراثت نہیں چلتی، تو انہوں نے وہ بات تسلیم کر لی، جو انہوں نے فرمائی، لیکن انہوں نے نبی ﷺ کی زمینوں کی نگرانی اپنے لیے یا حضرت علیؓ کے لیے طلب کی، لیکن حضرت ابو بکرؓ اس سے رُک گئے، جیسا کہ ابوداؤد نے ان سے روایت کیا: ''اللہ جب نبی کو کوئی چیز کھلاتے ہیں، پھر اس کی جان قبض کر لیتے ہیں، تو وہ اس کے بعد

والے کو اس کا نگران بنادیتے ہیں"، پس حضرت فاطمہؓ خاموش ہو گئیں اور انہوں نے کہا: "جو آپؐ نے سنا ہے، آپؓ اس پر رہیں" لیکن ان کے دل میں اس حدیث کی تفسیر کے بارے میں کوئی چیز باقی رہ گئی، گویا حضرت فاطمہؓ کا خیال تھا، کہ یہ حدیث انہیں متولی بنانے سے رکاوٹ نہیں ہے، پس ان کے دل میں ابو بکرؓ کے لیے کامل خوشی باقی نہ رہی اور یہ ایسے ہے، جیسے ان مجتہدین کے درمیان پیش آ جاتا ہے، جو کسی اختلافی مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں اور یہ دشمنی نہیں ہوتی اور نہ ترکِ تعلق ہوتا ہے اور معمولی سا دل سمٹ جاتا ہے، جو آراء کے اختلاف سے پیدا ہو جاتا ہے اور ابو بکرؓ اس بات کو سمجھتے تھے، تو انہوں نے ارادہ کیا کہ یہ انقباض بھی ختم ہو جائے، پس وہ ان کی بیماری میں ان کے پاس گئے اور ان کو راضی کیا، حتی کہ وہ راضی ہو گئیں اور ان کے درمیان پھر سے کامل بشاشت لوٹ آئی۔

منفرد تطبیق

مفتی تقی عثمانی صاحب نے بعض مقامات پر احادیث کے مابین تعارض کو دور کرنے کے ضمن میں یہ بھی بیان کر دیا کہ ان کے علاوہ کسی اور شارح نے ان احادیث کے مابین تطبیق دینے کی کوشش نہیں کی جیسا کہ ذیل کی مثال میں ہے:

حدیثِ مبارکہ:

عن أنس بن مالک، أن رسول الله صلی الله علیہ وسلم ترک قتلی بدر ثلاثا، ثم أتاھم، فقال علیھم فناداھم، فقال: یا أباجھل بن ھشام! یا أمیۃ بن خلف! یا عتبۃ بن ربیعۃ! یا شیبۃ بن ربیعۃ! ألیس قد وجدتم ما وعد ربکم حقا؟ فانی قد وجدت ما وعدنی ربی حقا۔ فسمع عمر قول النبی صلی الله علیہ وسلم۔ فقال یا رسول الله! کیف یسمعوا وأنی یجیبوا وقد جیّفوا؟ قال: والذی نفسی بیده! ما أنتم بأسمع لما أقول منھم۔ ولکنھم لا یقدرون أن یجیبوا۔ ثم أمر بھم فسحبوا، فألقوا فی قلیب بدر۔ (۲۵)

کے مطابق مقتولینِ بدر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سے مخاطب ہونے کے بعد کنویں میں ڈالا گیا، لیکن بخاری کے ہاں ابن عمرؓ کی حدیث اس کے معارض ہے:

وقف النبی صلی الله علیہ وسلم علی قلیب بدر، فقال: ھل وجدتم ---- (۲۶)

اس کے مطابق مقتولینِ بدر کنویں میں تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے ان کے مابین تعارض کو رفع کرتے ہوئے بیان کیا:

ولم أر أحدا من الشرّاح تعرّض لھذا التعارض، ویمکن أن یجمع بینھما بأن بعضھم کان مقذوفا فی القلیب قبل المخاطبۃ، وبعضھم کان خارجھا، فألقی فیھا بعد المخاطبۃ۔ (۲۷)

میں نے شارحین میں سے کسی کو نہیں دیکھا، جو اس تعارض کو دور کرنے کے در پے ہوں اور ان کے درمیان جمع یوں ممکن ہے، کہ ان میں سے بعض خطاب سے پہلے کنوئیں میں پھینکے ہوئے تھے اور بعض کنویں سے باہر تھے، پھر خطاب کے بعد ان کو بھی ڈالا گیا۔

متقدمین شارحین کی تطبیقات

بعض مقامات پر متعارض احادیث کے تعارض کو رفع کرنے میں مفتی تقی عثمانی صاحب نے دیگر شارحین کی ذکر کردہ تطبیقات نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ تکملہ ان تطبیقات سے مطمئن اور ان شارحین کے افکار سے متفق ہیں۔ اس ضمن میں مصنف موصوف نے علامہ ابن حجر کی تطبیقات سے اکثر مقامات پر استفادہ کیا ہے اور بعض مقامات پر دیگر شارحین کی ذکر کردہ تطبیقات نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر کا تبصرہ بھی بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کے علاوہ جسٹس تقی عثمانی صاحب نے امام نووی اور قاضی عیاض کی تحقیقات سے بھی استفادہ کیا ہے نیز بعض مقامات پر علامہ بدر الدین عینی، ابن حبان، بیہقی، الابی، المنذری، قرطبیؒ، قسطلانی، ملا علی قاری اور ابن العربی رحمہم اللہ کی تطبیقات بھی دکھائی دیتی ہیں اور چند ایک مقامات پر صاحبِ تکملہ نے علماء کی تطبیقات بیان کرنے کے بعد راجح تطبیق کی نشاندہی بھی کی ہے، لیکن چونکہ مصنف موصوف نے اکثر مقامات پر علامہ ابن حجر اور بعض مقامات پر امام نووی اور قاضی عیاض کی تطبیقات نقل کی ہیں، لہٰذا انہی شارحین کی تطبیقات بطورِ امثلہ یہاں پیش کی جائیں گی۔

حافظ ابن حجر کی تطبیقات

مفتی تقی عثمانی صاحب نے اکثر مقامات پر حافظ ابن حجر کی تطبیقات ذکر کی ہیں۔ ان میں سے ایک مثال درج ذیل ہے۔

صحیح مسلم کی حدیثِ مبارکہ:

عن عائشۃ، قالت: سحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یهودی من یهود بنی زریق، یقال لہ: لبید بن الأعصم---- (۲۸)

سے معلوم ہوتا ہے کہ جس آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا، وہ یہودی تھا اور بخاری کے ہاں ابن عیینہ کی روایت میں ہے:

رجل من بنی زریق حلیف لیہود، کان منافقا۔ (۲۹)

وہ بنو زریق کا ایک آدمی تھا جو یہود کا حلیف تھا اور منافق تھا۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے ان روایات کے تعارض کو رفع کرنے کے ضمن میں حافظ ابن حجر کی تطبیق یوں بیان کی:

من أطلق أنہ یہودی، نظر الی ما فی نفس الأمر، ومن أطلق علیہ منافقا، نظر الی ظاھر أمرہ، ویحتمل أن یکون قیل لہ یہودی لکونہ من حلفاءھم، لا أنہ کان علی دینھم۔ وبنو زریق بطن من الأنصار مشہور من الخزرج، وکان بین کثیر من الأنصار والیہود حلف واخاء قبل الاسلام۔ فلما جاء الاسلام تبرأ الأنصار منہم۔ (۳۰)

جس نے کہا کہ یہ یہودی ہے، اس نے حقیقت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، جس نے اس کو منافق کہا، اس نے اس کے ظاہری عمل کو دیکھتے ہوئے کہا اور ممکن ہے کہ اس کو یہودی کہا گیا ہو، کیونکہ وہ ان کے حلیفوں میں سے تھا، نہ یہ کہ وہ ان کے دین پر تھا اور بنو زریق خزرج میں سے انصار کا ایک مشہور قبیلہ تھا اور بہت سارے انصار اور یہودیوں کے درمیان اسلام سے قبل حلافت (حلیف ہونا) اور مؤاخات کا رشتہ تھا۔ پس جب اسلام آیا، تو انصار ان سے بری ہو گئے۔

متقدمین شارحین کی تطبیق پر حافظ ابن حجر کا تبصرہ

بعض مقامات پر مفتی تقی عثمانی صاحب نے دیگر شارحین کی ذکر کردہ تطبیق نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر کا تبصرہ بھی بیان کیا ہے۔

صحیح مسلم کی حدیثِ مبارکہ:

عن أنس بن مالک قال: قال رسول اللہ ﷺ: ولد لی اللیلۃ غلام، فسمیتہ باسم أبی، ابراھیم ثم دفعہ الی أم سیف، امرأۃ قین یقال لہ أبو سیف۔ فانطلق یأتیہ واتبعتہ۔ فانتھینا الی أبی سیف وھو ینفخ بکیرہ، قد امتلأ البیت دخانا۔ فأسرعت المشی بین یدی رسول اللہ ﷺ۔ فقلت: یا أبا سیف! أمسک، جاء رسول اللہ ﷺ، فأمسک۔ (۳۱)

کے مطابق رسول ﷺ کے بیٹے ابراہیم کو رضاعت کے لیے اُم سیف کے سپرد کیا گیا، جب کہ ابن سعد کے ہاں ''الطبقات'' میں عبد اللہ بن صعصعہ سے ایک ایسی سند کے ساتھ، جس میں واقدی ہیں، آیا ہے:

لما ولد لہ ابراھیم تنافست فیہ نساء الأنصار أیتھن ترضعہ، فدفعہ رسول اللہ ﷺ الی أم بردۃ بنت المنذر بن زید بن لبید من بنی عدیّ بن النجار، وزوجھا البراء بن أوس بن خالد بن الجعد من بنی عدی من النجار أیضا، فکانت ترضعہ، وکان رسول اللہ ﷺ یأتیہ فی بنی النجار۔ (۳۲)

اس روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے کو بنو عدی میں نجار قبیلے کی عورت بردہ بنت منذر بن زید بن لبید کے سپرد کیا گیا، اس کے ساتھ براء بن اوس نے نکاح کیا۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے ان روایات کے تعارض کو دور کرنے میں علامہ قاضی عیاض کی بیان کردہ تطبیق نقل کی:

بأن ابا سيف كنية للبراء بن أوس، وزوجته خولة بنت المنذر، تكنى ام بردة، وقد اطلق عليها ام سيف فى رواية الصحيح۔(۳۳)

ابو سیف براء بن اوس کی کنیت تھی اور اس کی بیوی خولہ بنت منذر کی کنیت اُم بردہ تھی اور صحیح (مسلم) کی روایت میں اس پر اُم سیف کا نام بولا گیا۔

بعد ازاں صاحب تکملہ نے اس تطبیق پر حافظ ابن حجر کا تبصرہ یوں نقل کیا:

وما جُمع به غير مستبد، الا أنه لم يأت عن أحد من الأئمة التصريح بأن البراء بن أوس يكنى أبا سيف، ولا أن أبا سيف يسمى البراء بن أوس۔ (۳۴)

انہوں نے جو تطبیق دی ہے، وہ بعید نہیں لیکن کسی بھی امام سے یہ وضاحت نہیں آئی، کہ براء بن اوس کی کنیت ابو سیف تھی اور نہ یہ کہ ابو سیف کا نام براء بن اوس تھا۔

آخر میں مصنف موصوف نے ان روایات کے بارے میں حافظ ابن حجر کی تحقیق یوں بیان کی:

فان كان (ما رواه الواقدى) ثابتا، احتمل أن تكون أم بردة أرضعته، ثم تحول الى أُم سيف، والا فالذى فى الصحيح هو المعتمد۔ (۳۵)

اگر وہ (جو کچھ واقدی نے روایت کیا) ثابت ہو تو ممکن ہے کہ اُم بردہ نے اس کو دودھ پلایا ہو، پھر اس کو اُم سیف کے حوالے کر دیا ہو، وگرنہ جو صحیح مسلم کی روایت میں ہے، وہی قابلِ اعتماد ہے۔

امام نووی کی تطبیقات

صاحبِ تکملہ فتح الملہم نے بعض مقامات پر شارح صحیح مسلم امام نووی کی تطبیقات نقل کی ہیں۔ اس منہج کی تائید درج ذیل مثال سے ہوتی ہے۔ غامدیہ کے رجم کے حوالے سے صحیح مسلم کی روایات متعارض ہیں۔ حدیثِ مبارکہ:

عن سليمان بن بريده، عن أبيه، قال: جاء ماعز بن مالك الى النبى ﷺ، فقال: يا رسول الله! طهرنى، فقال ويحك ارجع فاستغفر الله، وتب اليه۔ قال: فرجع غير بعيد، ثم جاء، فقال: يا رسول الله! طهرنى، فقال رسول الله ﷺ: ويحك، ارجع، فاستغفر الله وتب اليه۔ قال: فرجع غير بعيد، ثم جاء ، فقال: يا رسول الله! طهرنى، فقال النبى ﷺ مثل ذلك۔ حتى اذا كانت الرابعة قال له رسول الله ﷺ: فيم أطهرك؟ فقال: من الزنى، فسأل رسول الله ﷺ: أبه جنون؟ فأخبر أنه ليس بمجنون: فقال: أشرب خمرا؟ فقام رجل، فاستنكهه، فلم يجد منه ريح خمر۔ قال: فقال رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم: أزنيت؟ فقال: نعم، فأمر به، رجم، فكان الناس فيه فرقتين: قائل يقول: لقد هلك، لقد أحاطت به خطيئته، وقائل يقول: ما توبة أفضل من توبة ماعز، انه جاء الى النبى صلی اللہ علیہ وسلم، فوضع يده فى يده، ثم قال: اقتلنى بالحجارة، قال: فلبثوا بذلك يومين، أو ثلاثة، ثم جاء رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وهم جلوس، فسلم، ثم جلس، فقال: استغفروا لماعز بن مالك۔ قال: فقالوا: غفر الله لماعز بن مالك، قال: فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: لقد تاب توبة لو قسمت بين أمة لو سعتهم۔ قال: ثم جاء ته امرأة من غامد من الأزد، فقالت: يا رسول الله! طهرنى، فقال ويحك، ارجعى، فاستغفرى الله، وتوبى اليه، فقالت: أراك تريد أن ترددنى كما رددت ماعز بن مالك، قال: وما ذاك؟ قالت: انها حبلى من الزنا، فقال: أنت؟ قالت: نعم، فقال لها: حتى تضعى ما فى بطنك، قال: فكفلها رجل من الأنصار حتى وضعت۔ قال فأتى النبى صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: قد وضعت الغامدية، فقال: اذ لا ترجمها، وندع ولدها صغيرا ليس له من يرضعه، فقام رجل من الأنصار، فقال: الىّ رضاعه يا نبى الله! قال: فرجمها۔ (۳۶)

دلالت کرتی ہے کہ رجم بچے کی ولادت کے فوراً بعد ہوا، جب کہ حدیثِ مبارکہ:

حدثنا عبد الله بن بريدة، عن أبيه: ان ماعز بن مالك الأسلمى أتى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم! انى قد ظلمت نفسى، وزنيت، وانى أريد أن تطهرنى ، فرده، فلما كان من الغد أتاه، فقال: يا رسول الله! انى قد زنيت ، فرده الثانية، فأرسل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الى قومه، فقال: أتعلمون بعقله بأسا؟ تنكرون منه شيئا؟ فقالوا: لا نعلمه الا وفى العقل من صالحينا فيما نرى۔ فأتاه الثالثة، فأرسل اليهم أيضا، فسأل عنه، فأخبروه أنه لا بأس به ولا بعقله۔ فلما كان الرابعة حفر له حفرة، ثم أمر به فرجم۔ (۳۷)

کے مطابق جب غامدیہ نے بچہ جنا، وہ بچے کو ایک کپڑے میں لے کر آئی، اس نے کہا یہ بچہ میں نے جنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چلی جاؤ، اس کو دودھ پلاؤ، حتیٰ کہ تم اس کا دودھ چھڑا دو۔ پس جب اس نے دودھ چھڑایا، پھر بچے کو لے کر آئی، تو اس بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اس کا دودھ چھڑا لیا ہے اور یہ کھانا کھانے لگا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ بچہ مسلمانوں میں سے ایک آدمی کو دے دیا پھر اس کے بارے میں حکم دیا۔ لوگوں نے اسے رجم کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غامدیہ کو اس وقت رجم کیا گیا جب اس کا بچہ کھانا کھانے لگا۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے اس ضمن میں امام نووی کی تطبیق یوں نقل کی:

فهاتان الروايتان ظاهرهما الاختلاف، فان الثانية صريحة فى أن رجمها كان بعد فطامه وأكله الخبز، والأولى ظاهرها أنه رجمها عقب الولادة۔ ويجب تأويل الأولى وحملها على وفق الثانية، لأنها قضية واحدة، والروايتان صريحتان، والثانية منهما صريحة لا يمكن تأويلها،

ولأولی لیست صریحة، فیتعین تأویل الأولی، ویکون قوله فی الروایة الأولی: ''قام رجل من الأنصار، فقال: الی رضاعه'' انما قاله بعد الفطام، وأراد بالرضاعة کفالته وتربیته، وسماه رضاعا مجازا۔(۳۸)

ان دونوں روایات میں بظاہر اختلاف ہے۔ دوسری روایت صریح ہے کہ اس کا رجم دودھ چھڑانے اور روٹی کھانے کے بعد تھا اور پہلی روایت میں ظاہری طور پر یہی ہے کہ رجم ولادت کے فوراً بعد ہے، پہلی روایت کی تاویل کرنا اور اس کو دوسری کے مطابق محمول کرنا واجب ہے، کیونکہ قصہ ایک ہے اور دونوں روایات صریح ہیں اور ان میں سے دوسری روایت واضح ہے، جس کی تاویل ممکن نہیں اور پہلی روایت صریح نہیں ہے، لہذا پہلی روایت میں تاویل کرنا متعین ہو گا اور پہلی روایت میں جو قول ''قام رجل من الأنصار، فقال: الی رضاعه'' ہے اس نے دودھ چھڑانے کے بعد کہا، اس نے رضاعت سے مراد اس کی کفالت اور تربیت لی ہے اور اس نے اس کو مجازاً رضاع کہا ہے۔

علامہ قاضی عیاض کی تطبیقات

مفتی تقی عثمانی صاحب نے بعض مقامات پر علامہ قاضی عیاض کی تحقیقات سے استفادہ کیا ہے۔ ذیل میں علامہ قاضی عیاض کی ایک تطبیق بطورِ مثال پیش کی جارہی ہے:

صحیح مسلم کی حدیثِ مبارکہ:

عن نافع، عن ابن عمر، أن رسول الله ﷺ ذکر الدجال بین ظهرانی الناس فقال: ان الله تعالی لیس بأعور۔ ألا وان المسیح الدجال أعور العین الیمنی، کأن عینه عنبة طائفة۔(۳۹)

کے مطابق دجال کی دائیں آنکھ کانی ہو گی، جب کہ حدیثِ مبارکہ:

عن حذیفة، قال: قال رسول الله ﷺ: الدجال أعور العین الیسری، جفال الشعر، معه جنة ونار، فناره جنة وجنته نار۔(۴۰)

کے مطابق بائیں آنکھ کانی ہو گی۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے ان روایات کے تعارض کو رفع کرنے میں علامہ قاضی عیاض کی تحقیق سے استفادہ کیا:

بأن کل واحدة من عینی الدجال معیبة عوراء، فاحداهما معیبة بذهاب ضوء ها حتی ذهب ادراکها، والأخری بنتوء ها۔(۴۱)

دجال کی آنکھوں میں سے ہر ایک عیب دار کانی ہو گی، ان میں سے ایک روشنی کے ختم ہونے کی وجہ سے عیب دار ہو گی، حتی کہ اس کا ادراک ختم ہو جائے اور دوسری ابھرنے کے ساتھ عیب دار ہو گی۔

متقدمین شارحین کی تطبیقات پر تبصرہ

مفتی تقی عثمانی صاحب کی تحقیق کا ایک منہج یہ ہے کہ انہوں نے بعض مقامات پر متقدمین شارحین کی تطبیقات نقل کرنے کے بعد ان پر تبصرہ بھی کیا ہے۔ ان تطبیقات کے بالاستیعاب مطالعہ

سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ بعض مقامات پر متقدمین شارحین نے متعارض احادیث کے تعارض کو رفع کرنے کے لیے انہیں متعدد واقعات واحوال پر محمول کرنے کے ساتھ تطبیق دی، لیکن مفتی تقی عثمانی صاحب ان احادیث کے سیاق اور راویان کے ایک ہونے کی وجہ سے ان تطبیقات سے مطمئن نہ ہوئے۔ انہوں نے ان تطبیقات کو بعید سمجھتے ہوئے ان پر تبصرہ کیا۔ جسٹس صاحب نے چونکہ اکثر مقامات پر حافظ ابن حجر اور بعض مقامات پر امام نووی اور علامہ قاضی عیاض کی تطبیقات سے استفادہ کیا ہے۔ لہٰذا اس منہج کی وضاحت کے تحت انہی شارحین کی تطبیقات پر صاحبِ تکملہ کے تبصروں کو بطورِ امثلہ پیش کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر کی تطبیقات پر تبصرہ

بعض مقامات پر حافظ ابن حجر نے متعارض احادیث کو متعدد واقعات و احوال پر محمول کرتے ہوئے ان کے مابین تطبیق دی ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب ان احادیث کے سیاق و راویوں کے ایک ہونے کی وجہ سے ان تطبیقات پر مطمئن نہیں ہو سکے۔ چنانچہ انہوں نے ان تطبیقات پر تبصرہ اور ذاتی رائے کا اظہار کیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل مثال سے واضح ہو گا:

صحیح مسلم کتاب ''الوصیۃ'' باب ''الوصیۃ بالثلث'' کی حدیثِ مبارکہ:

عن ابن شهاب، عن عامر بن سعد، عن أبيه، قال: عادنى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى حجة الوداع من وجع أشفيت منه على الموت، فقلت: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم! بلغنى ما ترى من الوجع، وأنا ذومال، ولا يرثنى الا ابنة لى۔ (۴۲)

صریح ہے کہ یہ واقعہ (جس میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے نبی ﷺ سے اپنے مال کی وصیت کے بارے میں پوچھا) حجۃالوداع میں ہوا اور اس پر اکثر اصحابِ زہری کا اتفاق ہے۔ ابن عیینہ نے اس کو شاذ سمجھا اور انہوں نے اس قصہ کو فتح مکہ میں ذکر کیا ہے جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے:

حدثنا سفيان بن عيينة عن الزهرى، عن عامر بن سعد بن أبى وقاص، عن أبيه قال: مرضت عام الفتح مرضا أشفيت منه على الموت، فأتانى رسول الله صلى الله عليه وسلم يعوذنى، فقلت: يا رسول الله! ان لى مالا كثيرا وليس يرثنى الا ابنتى فأوصى بمالى كله؟ قال: لا۔۔۔(۴۳)

اسی طرح مسند احمد کی روایت ہے:

أن رسول الله قدم، فخلف سعدا مريضا، حيث خرج الى حنين، فلما قدم من الجعرانه معتمرا دخل عليه وهو مغلوب، فقال: يا رسول الله! ان لى مالا، وانى أورث كلالة، أفأوصى بما لى؟۔ (۴۴)

حافظ ابن حجر نے دو واقعات پر محمول کرتے ہوئے ان روایات کے مابین تطبیق دی ہے۔
(۴۵) لیکن مفتی تقی عثمانی صاحب اس تطبیق سے اتفاق نہیں کرتے، انہوں نے اس تطبیق پر یوں اظہار کیا ہے:

ولكن القلب لا يطمئن بأن هذه الواقعة وقعت مرتين، وكيف ينسى مثل سعد بن ابی وقاص ما قال له صلی اللہ علیہ وسلم قبل سنتين فی أمر الوصية، حتى يسأله مرة أخرى عن عين ما سأله فی فتح مكة؟ فالأظهر ما ذكره الحافظ عن المحققين أن ابن عيينة قد وهم فی تاريخ هذه الواقعة، حيث ذكرها فی فتح مكة، والصحيح ما ذكره أكثر أصحاب الزهری من أنها وقعت فی حجة الوداع۔(۴۶)

لیکن دل اس پر مطمئن نہیں ہوتا کہ یہ واقعہ دو بار پیش آیا ہو، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جیسے آدمی کیسے بھلا سکتے ہیں، جو آپ ﷺ نے ان سے دو سال پہلے وصیت کے معاملے میں فرمایا تھا، حتی کہ وہ دوبارہ آپ ﷺ سے اسی مسئلہ کے بارے میں پوچھتے، جس کے بارے میں فتح مکہ میں آپ ﷺ سے پوچھا تھا، زیادہ ظاہر یہ ہے جس کو حافظ نے محققین سے ذکر کیا ہے کہ ابن عیینہ کو اس واقعہ کی تاریخ میں وہم ہو گیا، انہوں نے انہیں فتح مکہ میں ذکر کیا اور صحیح وہ ہے جو اکثر اصحابِ زہری نے ذکر کیا کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع میں ہوا۔

بعض مقامات پر مفتی تقی عثمانی صاحب نے دیگر شارحین کی تطبیقات پر حافظ ابن حجر کا بیان کردہ تبصرہ نقل کیا اور بعد ازاں ان کے تبصرے پر اظہارِ خیال پیش کیا۔ اس منہج کی تصریح درج ذیل مثال سے ہوتی ہے۔

حضرت سلیمانؑ کی بیویوں کی تعداد کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات میں ساٹھ (۶۰)، بعض میں ستر، (۷۰) بعض میں نوے (۹۰) اور بعض میں ننانوے (۹۹) یا سو (۱۰۰) بیویوں کا ذکر ہے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

۱۔ عن أبی هريرة قال: كان لسليمان ستون امرأة، فقال: لأطوفن عليهن الليلة، فتحمل كل واحدة منهن، فتلد كل واحد منهن غلاما فارسا، يقاتل فی سبيل الله۔۔۔ (۴۷)

۲۔ عن ابی ہريرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ''قال سليمان بن داؤد: لأطوفن الليلة على سبعين امرأة تحمل كل امرأة فارسا يجاهد فی سبيل الله، فقال له صاحبه: ان شاء الله،فلم يقل ولم تحمل شيئا الا واحدا ساقطا أحد شقيه''، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو قالها لجاهدوا فی سبيل الله''۔ قال شعيب و ابن ابی الزناد: ''تسعين''، وهو أصح''۔ (۴۸)

۳۔ عن طاؤس: سمع ابا ہريرة قال: ''قال سليمان: لأطوفن الليلة على تسعين امرأة كل تلد غلاما يقاتل فی سبيل الله۔۔۔ (۴۹)

۴۔ عن عبد الرحمن بن هرمز قال: سمعت أباهريرة رضى الله عنه عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: ''قال سليمان بن داؤد عليهما السلام: لأطوفن الليلة على ماءة امرأة أو تسع وتسعين، كلهن يأتى بفارس يجاهد فى سبيل الله۔۔ (۵۰)

۵۔ عن أبى هريرة قال: قال سليمان بن داؤد عليهما السلام: لأطوفن الليلة بماءة امرة، تلد كل امرأة غلاما يقاتل فى سبيل الله۔۔(۵۱)

امام نووی نے ان روایات کے مابین یوں تطبیق دی ہے:

ذكر القليل لا ينفى الكثير، وأن مفهوم العدد لا عبرة له عند جمهور الأصوليين۔ (۵۲)

قلیل کا ذکر کثیر کی نفی نہیں کرتا، جمہور کے ہاں عدد کے مفہوم کا کوئی اعتبار نہیں۔

حافظ ابن حجر نے اس تطبیق کا تعاقب کیا، کیونکہ بہت سارے حضرات کے ہاں عدد کا مفہوم معتبر ہوتا ہے۔انہوں نے ان روایات کے مابین یوں تطبیق دی:

ان الستين كن حرائر، وما زاد عليهن كن سرارى، أو بالعكس، وأما السبعون فللمبالغة، وأما التسعون، والماءة فكن دون الماءة وفوق التسعين، فمن قال: تسعون ألغى الكسر، ومن قال: ماءة جبره۔ (۵۳)

آزاد ساٹھ تھیں، ان سے زائد باندیاں تھیں، یا اس کے برعکس، ستر کا قول مبالغہ کے لیے ہے اور جہاں تک نوے اور سو کی بات ہے، اصل میں وہ عورتیں سو سے کم اور نوے سے زیادہ تھیں، جنہوں نے نوے کہا، انہوں نے کسر کو چھوڑ دیا اور جنہوں نے سو کہا انہوں نے کسر کو پورا کر دیا۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے اس تطبیق پر یوں اظہار خیال کیا ہے:

ولكن مثل هذا الجمع فيه تكلف ظاهر، وهو بعيد أيضا بالنظر الى أن الحديث واحد، والراوى فى جميع الروايات ابو هريرةؓ، وانما يحتمل مثل هذا الجمع اذا ثبت ان النبى صلی اللہ علیہ وسلم تكلم بجميع هذه الأعداد فى مواقع مختلفة، فعنى فى بعضها الحرائر، وفى بعضها السرارى، ولم يثبت ذلك، بل الظاهر خلافه، لأن الحديث لم يروه غير أبى هريرة فيما نعلم۔

والذى يظهر لهذا العبد الضعيف عفا الله عنه: أن هذا الاختلاف انما نشأ من تصرف الرواة، ولعل النبى صلی اللہ علیہ وسلم بين عددا يدل على الكثرة، فعبر عنه بعضهم بستين، وآخرون بسبعين، أو تسعين، وقدمنا غير مرة أن كثيرا من الرواة كانوا يعتنون بحفظ أصل الحديث و مغزاه، دون التعمق فى حواشيه وتفاصيله التى لا أثرلها على أصل الحديث، فحفظوا أصل القصة، ولم يتثبتوا فى تعيين العدد كتثبتهم فى اصل القصة، فمن هنا نشأ الاختلاف بينهم، وليس ذلك قادحا فى صحة أصل الحديث، لما قرره المحدثون أن وهم الراوى فى جزء من الحديث لا يستلزم ضعف أصله ---- وبالجملة، فلا سبيل اليوم الى الجزم بتصحيح أحد هذه الأعداد، أو عدد

غیر، بالنظر الی اختلاف الروایات، ولیس تعیین العدد من مقاصد القصة، ولا أثرله علی مضمون الحدیث، وانما یکفی أن یفهم منه کثرة نساء سلیمان علیه السلام فی الجملة، دون تعیین عددها۔ (۵۴)

لیکن اس قسم کی تطبیق میں ظاہری تکلف ہے اور اس اعتبار سے بھی بڑی بعید ہے کہ حدیث ایک ہے اور تمام روایات میں راوی ابوہریرہؓ ہیں، اس تطبیق میں یہ بھی احتمال ہے کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ نے ان تمام اعداد کو مختلف مواقع میں بیان کیا، بعض میں آزاد مراد لی ہوں اور بعض میں باندیاں اور یہ ثابت نہیں، بلکہ ظاہر اس کے خلاف ہے، کیونکہ حدیث کو ابوہریرہؓ کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کیا جیسا کہ ہم جانتے ہیں اور وہ جو مجھے معلوم ہوا، وہ یہ ہے کہ یہ اختلاف اصل میں راویوں کے تصرف سے پیدا ہوا ہے، شاید نبی ﷺ نے ایک عدد بیان کیا ہو جو کثرت پر دلالت کرتا ہو، بعض لوگوں نے اس کو ساٹھ کے ساتھ تعبیر کر دیا اور بعض نے ستر یا نوے کے ساتھ اور ہم کئی دفعہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بہت سارے راوی اصل حدیث اور اس کے خلاصے کو محفوظ کرنے کا اہتمام کرتے تھے اور حواشی و تفاصیل میں گہرائی پیدا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے تھے، جس کا حدیث کے اصل مضمون پر کوئی اثر نہیں پڑتا، راویوں نے اصل قصہ کو محفوظ رکھا اور انہوں نے عدد کی تعیین میں زیادہ کوشش نہیں کی، جیسا کہ انہوں نے اصل قصہ کو یاد کرنے میں کوشش کی، یہیں سے ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور یہ اصل حدیث میں خلل ڈالنے والا نہیں، اس وجہ سے کہ محدثین نے بیان کیا ہے کہ حدیث کے کسی جزو میں راوی کا وہم حدیث کی اصل کے ضعف کو لازم نہیں کرتا۔۔۔ پس روایات کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے ان اعداد میں سے کسی ایک یا ان کے علاوہ کے صحیح ہونے کے یقین کا اب کوئی راستہ نہیں ہے اور عدد کا متعین ہونا قصہ کے مقاصد میں سے نہیں ہے اور حدیث کے مضمون پر اس کا کوئی اثر نہیں ہے اور یہ کافی ہے کہ اس سے سمجھا جائے، کہ حضرت سلیمانؑ کی بیویاں زیادہ تھیں، کسی عدد کی تعیین مقصد نہیں ہے۔

امام نووی کی تطبیقات پر تبصرہ

بعض مقامات پر مفتی تقی عثمانی صاحب امام نووی کی تطبیقات سے اتفاق نہیں کرتے اور ان کی تحقیق پر تبصرہ کرتے ہیں۔ اس منہج کی وضاحت درج ذیل مثال سے کی جا سکتی ہے۔ ”اِثبات القصاص فی الأسنان“ کے قصہ میں صحیحین کی روایات میں تعارض ہے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے:

عن أنس : أن أخت الربیع أم حارثة جرحت انسانا، فاختصموا الی النبی ﷺ، فقال رسول الله ﷺ: القصاص القصاص! فقالت أم الربیع: یا رسول الله ﷺ! أیقتص من فلانة؟ والله لا یقتص منها، فقال النبی ﷺ: سبحان الله! یا أم الربیع! القصاص کتاب الله قالت: لا والله، لا یقتص منها أبدا۔ قال: فما

زالت حتى قبلوا الدية، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان من عباد الله من لو أقسم على الله لأبره۔ (۵۵)

اس ضمن میں صحیح بخاری کی درج ذیل روایات ہیں:

۱۔ حدثنا محمد بن عبد الله الانصارى، قال: حدثنى قال: حدثنى حميد: أن أنسا حدثهم: ان الربيع -وهى ابنة النضر- كسرت ثنيّة جارية، فطلبوا الأرش وطلبوا العفو فأبوا، فأتوا النبى صلى الله عليه وسلم، فأمرهم بالقصاص۔ فقال أنس بن النضر: اتكسر ثنيّة الربيع يا رسول الله؟ لا، والّذى بعثك بالحق لا تكسر ثنيّتها۔۔۔ (۵۶)

۲۔ ان أخته - وهى تسمّى: الربيع - كسرت ثنيّة امرأة فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقصاص، فقال أنس: يا رسول الله! والذى بعثك بالحق لا تكسر ثنيّتها۔ (۵۷)

۳۔ عن أنس: أن الربيع عمته كسرت ثنيّة جارية فطلبوا اليها العفوا فأبوا، فعرضوا الأرش فأبوا فأتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبوا الا القصاص، فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقصاص، فقال أنس بن النضر: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم، أتكسر ثنية الربيع، لا والذى بعثك بالحق لا تكسر ثنيّتها۔۔(۵۸)

۴۔ عن أنس رضى الله تعالى عنه، قال: كسرت الربيع - وهى عمّة أنس بن مالك - ثنية جارية من الأنصار، فطلب القوم القصاص، فأتوا النبى صلى الله عليه وسلم، فأمر النبى صلى الله عليه وسلم بالقصاص، فقال أنس بن النضر عم أنس بن مالك: لا والله! لا تكسر سنها يا رسول الله ۔۔(۵۹)

ان روایات میں تین چیزوں کے درمیان تعارض واقع ہوا ہے۔ اول: صحیح مسلم کی روایت میں جرم کرنے والی ربیع کی بہن تھیں، امام بخاری نے بھی اس روایت کو تعلیقاً ذکر کیا ہے، لیکن صحیح بخاری کی اکثر روایات کے مطابق مجرمہ ربیع خود تھیں۔ ان کی بہن نہیں۔ دوم: مسلم کی روایت میں جرم صرف زخمی کرنا تھا اور بخاری کی اکثر روایات کی رُو سے جرم دانت توڑنا تھا۔ سوم: صحیح مسلم کی روایت میں قسم کھانے والی ربیع کی والدہ تھیں اور بخاری کی اکثر روایات کے مطابق قسم کھانے والے مالک بن انس کے چچا اور ربیع کے بھائی اِنس بن نضر تھے۔

مصنف موصوف نے ان روایات کے مابین تعارض کو دور کرنے کے لیے امام نووی کی ذکر کردہ تطبیق یوں بیان کی:

أنهما قصتان متغايرتان، قد جرحت أخت الربيع فى احداهما انسانا، فحلفت أم الربيع وكسرت الربيع فى اخراهما ثنية جارية فحلف انس بن النضر۔ (۶۰)

یہ دو الگ الگ قصے ہیں، ایک قصہ میں ربیع کی بہن نے (ایک انسان کو) زخمی کیا، تو ربیع کی ماں نے قسم کھائی اور دوسرے قصہ میں ربیع نے لونڈی کے دانتوں کو توڑا، پس انس بن نضر نے قسم کھائی۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے اس تطبیق پر یوں تبصرہ کیا:

ولکن حمل الروایتین علی تعدد القصتین بعید، لأن الراوی واحد، وسیاق القصۃ واحد، وربما یخطر بالبال احتمال أن روایۃ ثابت عند مسلم کانت فی الأصل ھکذا: ''عن انس أن أختہ الربیع جرحت انسانا'' فصارت فی بعض الکتابات: ''عن أنس أن أخت الربیع جرحت''، بما یظھر منہ أن أخت الربیع ھی الجارحۃ، مع أنہ کان لبیان أن الربیع أخت أنس، ومثل ذلک لا یبعد من النساخ، لأن الفرق فی کتابۃ ''أخت'' و ''أختہ'' یسیر جدا۔ فان کان ھذا صحیحا۔ فیرتفع الخلاف فی الأمر الأول۔ وأما الامر الثانی فرفع الاختلاف فیہ أیسر لأن الجرح شامل لکسر الثنیۃ، فلا منافاۃ بینھما، وبقی الاختلاف الأخیر فی تعیین الحالف، ویحتمل أن یکون أحد الرواۃ وھم فی تعیینہ۔ ووقع مثل ذلک لکثیر من الرواۃ الثقات۔ وقد منا مرارا أن ذلک لا یقدح فی ثبوت أصل الحدیث۔(۶۱)

اور لیکن دو روایات کو متعدد قصوں پر محمول کرنا بعید ہے کیونکہ راوی ایک ہے اور قصہ کا سیاق بھی ایک ہے اور کبھی کبھی دل میں خیال آتا ہے کہ ثابت کی روایت مسلم کے ہاں اصل میں یوں تھی: ''عن اِنس: ان اختہ الربیع جرحت انسانا'' (انس سے مروی ہے: ان کی بہن ربیع نے ایک انسان کو زخمی کیا) بعض نسخوں میں ایسے ہو گیا: ''ان اخت الربیع جرحت'' اس سے ظاہر ہوا کہ ربیع کی بہن زخمی کرنے والی تھی، باوجودیکہ یہ اس بات کے بیان کے لیے تھا کہ ربیع انس کی بہن تھی اور اس قسم کی بات لکھنے والوں سے بعید نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ ''اِخت'' اور ''اِختہ'' کے لکھنے میں بڑا معمولی فرق ہے، پس اگر یہ صحیح ہو تو بہر حال پہلے معاملے میں اختلاف ختم ہو جائے گا۔ جہاں تک دوسرے اختلاف کا تعلق ہے، اس میں اختلاف کا ختم کرنا اس سے بھی زیادہ آسان ہے، کیونکہ زخم دانت کے توڑنے کو بھی شامل ہے، ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور باقی آخری اختلاف رہ گیا جو قسم کھانے والے کی تعیین میں ہے اور ممکن ہے کہ راویوں میں سے ایک کو اس کی تعیین میں وہم ہو گیا ہو اور ایسا اکثر ثقہ راویوں سے ہو جایا کرتا ہے اور یہ بات کئی بار پہلے گذر چکی ہے کہ یہ اصل حدیث کے ثبوت میں خلل نہیں ڈالتا۔

علامہ قاضی عیاض کی تطبیقات پر تبصرہ

بعض مقامات پر صاحبِ تکملہ نے علامہ قاضی عیاض کی تحقیقات پر تبصرہ کیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل مثال سے واضح ہوتا ہے:

نبی ﷺ کے حوض کے سائز کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔

ا۔ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت میں ہے:

قال رسول اللہ ﷺ: حوضی مسیرۃ شہر۔ (۶۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا حوض ایک مہینے کی مسافت پر ہے۔

۲۔ حدیثِ انسؓ میں ہے:

أن رسول الله ﷺ قال: "قدر حوضی کما بین أیلة و صنعاء من الیمن۔(۶۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے حوض کی مقدار اتنی ہے، جتنی اِیلۃ سے صنعائے یمن کے درمیان مسافت ہے۔

۳۔ حدیثِ ابی ذرؓ میں ہے:

ما بین عمان الی أیلة۔ (۶۴)

اتنا حجم ہے، جتنا عمان سے اِیلۃ کے درمیان تک ہے۔

یہ سب روایات قریب قریب ہیں، کیونکہ یہ تمام سفر تقریباً ایک ماہ یا اس سے زیادہ یا کم کے ہیں۔ بعض روایات میں اس سے کم کی حدبندی آئی ہے، جیساکہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوگا۔

ا۔ عقبہ بن عامرؓ کی روایت میں ہے:

ان عرضه کما بین أیلة الی الجحفة۔ (۶۵)

اس کا عرض اتنا ہے جتنا اِیلۃ سے جحفۃ کے درمیان ہے۔

۲۔ حدیثِ حارثہؓ میں ہے:

حوضه ما بین صنعاء والمدینة۔ (۶۶)

حوض کی مقدار صنعاء اور مدینہ کے مابین مسافت جتنی ہے۔

یہ سب سفر قریب قریب ہیں اور سبھی تقریباً نصف ماہ یا اس سے کچھ زیادہ یا کم کی طرف لوٹتے ہیں۔

۳۔ ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے:

کما بین جربا و أذرح۔ (۶۷)

ابن نافع کے مطابق یہ دونوں شام کی بستیاں ہیں اور ان کے درمیان تین راتوں کا سفر ہے۔ (۶۸)

علامہ قاضی عیاض نے ان روایات کے مابین یوں تطبیق دی:

هذا من اختلاف التقدیر، لأن ذلک لم یقع فی حدیث واحد، فیعدّ اضطرابا من الرواة، وانما جاء فی أحادیث مختلفة عن غیر واحد من الصحابة، سمعوه فی مواطن مختلفة۔ وکان النبی ﷺ یضرب فی کل منها مثلا لبعد أقطار الحوض وسعته بما یسنح له من العبارة، ویقرب ذلک للعام ببعد ما بین البلاد النائیة بعضها من بعض، لا علی ارادة المسافة المحققة۔ (۶۹)

یہ اندازے کا اختلاف ہے، کیونکہ یہ کسی ایک حدیث میں نہیں آیا، پس یہ راویوں کی جانب سے اضطراب سمجھا جائے گا، یہ مختلف احادیث میں کئی ایک صحابہ سے آیا ہے، انہوں نے اس کو مختلف جگہوں میں سنا اور نبی ﷺ ان میں سے ہر ایک میں حوض کے کناروں کے دور ہونے کی طرف اور اس کی وسعت کی طرف، ایک مثال بیان فرماتے تھے، جو عبارت سے ظاہر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کو عام کے قریب

کرتے تھے، اس دوری کو بیان کرنے کے ساتھ، جو دور دراز کے شہروں کو ایک دوسرے سے حاصل ہوتی تھی، حقیقی مسافت کا ارادہ نہیں ہوتا تھا۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے علامہ قاضی عیاض کی تطبیق نقل کرنے کے بعد بیان کیا:

وهذا الجواب عندى أولى مما ذكره الحافظ فى تفسير تأويل النووى من ان العدد القليل لا ينفى الأكثر، فأخبر النبى صلى الله عليه وسلم أولا بالمسافة القليلة. ثم أعلم بالمسافة الطويلة، فأخبربها، كأن الله تفضل عليه باتساعه شيئا بعد شيئى. وأما رواية ''جربا وأذرح'' التى تدل على مسافة ثلاثة ايام، فقد حقق العلامة ضياء الدين المقدسى فى رسالته فى الحوض أن فى سياق لفظها غلطا. ثم ساقه من حديث أبى هريرة، وأخرجه من فوائد عبدالكريم الديرعاقولى بسند حسن الى أبى هريرة مرفوعا، وفيه: ''عرضه مثل ما بينكم وبين جربا و أذرح فظهر بهذا أنه وقع فى حديث ابن عمر خذف، تقديره:''كما بين مقامى وبين جربا و أذرح. (۷۰)

میرے نزدیک یہ جواب اس سے بہتر ہے، جس کو ابن حجر نے امام نووی کی تاویل کی تفسیر میں ذکر کیا، کہ عددِ قلیل اکثر کی نفی نہیں کرتا، نبی ﷺ نے پہلے قلیل مسافت کی خبر دی، پھر آپ ﷺ نے طویل مسافت کے بارے میں بتایا، اس کے بارے میں خبر دی، گویا ایک شے کو دوسرے شے کے ساتھ، وسعت کے ساتھ بیان کرنے میں اللہ نے آپ ﷺ کے اوپر فضل فرما دیا۔ بہر حال ''جربا و أذرح'' کی روایت، جو تین دن کی مسافت پر دلالت کرتی ہے، علامہ ضیاء الدین نے اپنے رسالہ میں تحقیق کی ہے کہ اس کے لفظ کے سیاق میں غلطی ہوئی ہے۔ پھر انہوں نے حدیث ابوہریرہؓ کو بیان کیا اور اس کو فوائد عبدالکریم الدیر قولی سے حسن سند کے ساتھ ابوہریرہؓ تک مرفوعاً نقل کیا اور اس میں ہے ''عرضه مثل ما بينكم و بين جربا و أذرح''۔ اسی کے ساتھ ظاہر ہو گیا کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں حذف واقع ہوا ہے، اس کی عبارت مقدرہ یوں ہے: ''كما بين مقامى و بين جربا و أذرح''۔

مصادر و مراجع

1) محمد عبدالعزیز خولی، مفتاح السنۃ أو تاریخ فنون الحدیث، مطبع مصطفی محمد بمصر، الطبعۃ الاولی، ۱۳۵۰ھ، ص:۱۵۹؛ قنوجی، صدیق بن حسن، ابجد العلوم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۰ھ، ۲/ ۱۷۲؛ عجاج الخطیب، اصول الحدیث علومہ و مصطلحہ، ص: ۲۸۳؛ محمد محمد ابو زھو، الحدیث والمحدثون، مطبعہ مصر، س۔ن،

ص: ۴۷۱؛ الکتانی، محمد بن جعفر، الرسالۃ المستطرفہ، نور محمد اصح المطابع، کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، کراچی، ۱۳۷۹ھ، ص: ۱۲۹

2) تقی عثمانی، محمد، مفتی، تکملہ فتح الملہم، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۲۲ھ، ۴/ ۲۲۸۔۲۲۹؛ القشیری، مسلم بن حجاج، ابوالحسین، صحیح مسلم، دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۲۱ھ، کتاب الآداب، باب: الاستیذان، (۵۶۲۶)

3) تکملہ، ۴/ ۲۲۹؛ البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، صحیح البخاری، دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۹ھ، کتاب البیوع، باب: الخروج فی التجارۃ، (۲۰۶۲)

4) تکملہ، ۴/ ۲۲۹؛ ادب المفرد، تحقیق، محمد فواد عبدالباقی، مطبعۃ السلفیۃ القاھرۃ، ۱۳۷۵ھ، باب: اذا سلم الرجل علی الرجل فی بیتہ، (۱۰۷۳)

5) تکملہ، ۴/ ۲۲۹؛ اس منہج کی مزید امثلہ کے لیے دیکھیئے، تکملہ، ۱/ ۶۲۶؛ ۴/ ۱۱۱۔۱۱۲؛ ۵/ ۱۹۷۔۱۹۸

6) تکملہ، ۳/ ۱۵۴؛ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ، جامع الترمذی، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۳۰ھ، کتاب فضائل الجہاد، باب: ماجاء فی الثبات، (۱۶۸۹)

7) تکملہ، ۳/ ۱۵۴؛ احمد بن حنبل، الشیبانی، ابوعبداللہ، مسند الامام احمد بن حنبل، دار احیاء التراث العربی، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۴ھ، (۴۳۲۴)، ۲/ ۳۶

8) تکملہ، ۳/ ۱۵۴

9) تکملہ، ۳/ ۱۵۴؛ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: غزوۃ الطائف فی شوال سنۃ ثمان، (۴۳۳۷)

10) تکملہ، ۳/ ۱۵۴؛ اس منہج کی دیگر امثلہ کے لیے دیکھئے، تکملہ، ۴/ ۱۳۸۔۱۳۹، ۲۵۹۔۲۶۰، ۴۷۵۔۴۷۷؛ ۵/ ۶۴۔۶۸

11) تکملہ، ۳/ ۵۳۔۵۴؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب: الأنفال، (۴۵۶۰)

12) تکملہ، ۳/ ۵۳؛ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی، سنن ابی داؤد، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۳۰ھ، کتاب الجہاد، باب: فی النفل للسریۃ تخرج من العسکر، (۲۷۴۳)

13) صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب: الأنفال، (۴۵۵۹)

14) تکملہ، ۳/ ۵۴؛ مزید دیکھیں، تکملہ، ۲/ ۱۸۶۔۱۹۴

15) تکملہ، ۳/ ۱۳۲۔۱۳۳؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب: المبادرۃ بالغزو، (۴۶۰۲)

16) تکملہ، ۳/ ۱۳۳؛ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: مرجع النبی ﷺ من الأحزاب، (۴۱۱۹)

(17 تکملہ، ۳/ ۱۳۳؛ دلائل النبوۃ و معرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ، تحقیق، الدکتور عبدالمعطی قلعجی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الأولی، ۱۴۰۵ھ، باب: مرجع النبی ﷺ من الأحزاب و مخرجہ الی بنی قریظۃ۔۔۔، ۴/ ۷۔۸

(18 تکملہ، ۳/ ۱۳۳؛ ابن حجر العسقلانی، احمد بن شہاب، ابوالفضل، فتح الباری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعۃ الرابعۃ، ۱۴۰۸ھ، کتاب المغازی، باب: مرجع النبی ﷺ من الأحزاب، ۷/ ۵۷۹۔۵۸۰؛ مزید دیکھئے، تکملہ، ۳/ ۶۴۷۔۶۵۰؛ ۵/ ۲۱۱۔۲۲۱

(19 تکملہ، ۳/ ۸۸۔۱۰۳؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب: قول النبی ﷺ ما نورث ما ترکنا فھو صدقۃ، (۴۵۸۰)

(20 تکملہ، ۳/ ۹۲

(21 تکملہ، ۳/ ۹۴؛ البیہقی، احمد بن حسین بن علی، ابو بکر، السنن الکبری، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۶ھ، کتاب قسم الفیئ والغنیمۃ، باب: مصرف أربعۃ أخماس الفیئ بعد رسول اللہ ﷺ، (۱۳۰۰۵)، ۹/ ۴۳۶۔۴۳۷

(22 تکملہ، ۳/ ۹۵؛ المحب الطبری، احمد بن محمد، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، الطبعۃ الاولیٰ علی نفقۃ السید محمد کامل أفندی و محمد عبدالعزیز، س۔ن، ۱/ ۱۲۰

(23 تکملہ، ۳/ ۹۵؛ بدر الدین العینی، محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، ۲۰۰۵ء، کتاب الجہاد، باب: فرض الخمس، ۱۰/ ۴۲۳

(24 تکملہ، ۳/ ۹۵؛ سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب: فی صفایا رسول اللہ ﷺ من الأموال، (۲۹۷۳)؛ مزید امثلہ کے لیے دیکھیں، تکملہ، ۱/ ۱۶۴۔۱۶۸؛ ۲/ ۱۹۳۔۱۹۷؛ ۳/ ۳۷۷۔۳۸۰؛ ۴/ ۱۶۸۔۱۶۹؛ ۵/ ۱۰۹۔۱۱۵، ۴۶۹۔۴۷۶

(25 تکملہ، ۶/ ۲۴۶۔۲۴۷؛ صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا، باب: عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ، (۷۲۲۳)

(26 تکملہ، ۶/ ۲۴۷؛ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: قتل ابی جھل، (۳۹۸۰، ۳۹۸۱)

(27 تکملہ، ۶/ ۲۴۷

(28 تکملہ، ۴/ ۳۰۰۔۳۰۵؛ صحیح مسلم، کتاب الطب، باب: السحر، (۵۷۰۳)

(29 تکملہ، ۴/ ۳۰۴؛ صحیح البخاری، کتاب الطب، باب: ھل یستخرج السحّر؟، (۵۷۶۵)

(30 تکملہ، ۴/ ۳۰۴؛ فتح الباری، کتاب الطب، باب: السحر، ۱۰/ ۳۱۹؛ مزید امثلہ کے لیے دیکھیں، تکملہ، ۱/ ۲۳۷۔۲۵۱؛ ۲/ ۷۵۔۷۷، ۹۷۔۹۸؛ ۳/ ۳۵۷۔۳۶۸، ۵۰۱۔۵۰۲؛ ۴/ ۱۸۲۔۱۸۵؛ ۶/ ۵۹۔۷۴

31) تکملہ، ۴/ ۵۲۹؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: رحمتہ ﷺ علی الصبیان والعیال، (۶۰۲۵)

32) تکملہ، ۴/ ۵۲۹؛ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، دار الفکر، دار صادر، بیروت، س۔ن، ۱/ ۱۳۶

33) تکملہ، ۴/ ۵۲۹؛ قاضی عیاض، عیاض بن موسیٰ، الیحصبی، ابوالفضل، شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض المسمی اکمال المعلم بفوائد مسلم، دار الوفاء للطباعۃ والنشر والتوزیع، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۹ھ، کتاب الفضائل، باب رحمتہ ﷺ علی الصبیان، ۷/ ۲۸۱

34) تکملہ، ۴/ ۵۲۹؛ فتح الباری، کتاب الجنائز، باب: قول النبی ﷺ، انا بک لمحزونون، ۳/ ۲۵۲

35) تکملہ، أیضاً؛ ابن حجر العسقلانی، احمد بن شہاب، ابوالفضل، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، تحقیق، خلیل مامون شیما، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۳۱ھ، ۴/ ۲۶۷۰

36) تکملہ، ۲/ ۴۴۶۔۴۴۹؛ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب: من اعترف علی نفسہ بالزنا، (۴۴۳)

37) تکملہ، ۲/ ۴۴۹۔۴۵۲؛ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب: من اعترف علی نفسہ بالزنا، (۴۴۳۲)

38) تکملہ، ۲/ ۴۴۹؛ النووی، یحییٰ بن شرف، ابوزکریا، صحیح مسلم بشرح النووی، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۰۱ھ، کتاب الحدود، باب: من اعترف علی نفسہ بالزنا، ۱۱/ ۲۰۳؛ مزید دیکھیں، تکملہ، ۴/ ۱۳۷۔۱۳۸

39) تکملہ، ۶/ ۳۵۹؛ صحیح مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعۃ، باب: ذکر الدجال وصفتہ ومامعہ، (۷۳۶)

40) تکملہ، ۶/ ۳۶۲؛ صحیح مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعۃ، باب: ذکر الدجال وصفتہ ومامعہ، (۷۳۶۶)

41) تکملہ، ۶/ ۳۶۰؛ اکمال المعلم بفوائد مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعۃ، باب: ذکر الدجال وصفتہ ومامعہ، ۸/ ۴۷۸؛ مزید دیکھئے، تکملہ، ۴/ ۵۵۱۔۵۵۵

42) تکملہ، ۲/ ۹۸۔۱۰۰؛ صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب: الوصیۃ بالثلث، (۴۲۰۹)

43) جامع الترمذی، ابواب الوصایا، باب: ماجاء فی الوصیۃ بالثلث، (۲۱۱۶)

44) تکملہ، ۲/ ۹۹؛ مسند الامام احمد بن حنبل، (۱۶۱۴۸)، ۵/ ۵

45) فتح الباری، کتاب الوصایا، باب: ان یترک ورثتہ أغنیاء خیر من أن یتکففوا الناس، ۵/ ۵۱۲

46) تکملہ، ۲/ ۹۹۔۱۰۰؛ مزید نظائر کے لیے ملاحظہ کریں، تکملہ، ۱/ ۳۴۴۔۳۴۷؛ ۲/ ۲۷۹۔۳۸۱

47) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: الاستثناء فی الیمین، (۴۲۸۵)؛ صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب: فی المشیءۃ والارادۃ، (۷۴۶۹)

48) صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب: قول اللہ تعالیٰ: ووھبنا لداؤد سلیمن نعم العبد انہ اوّاب، (۳۴۲۴)

49) صحیح البخاری، کتاب کفارات الأیمان، باب: الاستثناء فی الأیمان، (۶۷۲۰)

50) صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب: من طلب الولد للجہاد، (۲۸۱۹)

51) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب: قول الرجل: لأطوفن اللیلۃ علی نسائی، (۵۲۴۲)

(52　تکملہ، ۲/ ۲۰۷؛ صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب الایمان، باب: الاستثناء فی الیمین وغیرھا، ۱۱/ ۱۲۰

(53　تکملہ، ایضاً؛ فتح الباری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: قول اللہ تعالی ووھبنا لداوٗد سلیمان نعم العبد انہ اوّاب، ۶/ ۴۴۴

(54　تکملہ، ۲/ ۲۰۷-۲۰۸

(55　تکملہ، ۲/ ۳۵۲-۳۵۴؛ صحیح مسلم، کتاب القسامۃ، باب: اثبات القصاص فی الاسنان، (۴۳۷۴)

(56　صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب: الصلح فی الدیۃ، (۲۷۰۳)

(57　صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب: قول اللہ عزوجل: من المؤمنین رجال صدقوا ما عہدوا اللہ۔۔۔(۲۸۰۶)

(58　صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: قولہ تعالی: ومن الناس من یتخذ من دون اللہ، (۴۵۰۰)

(59　صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: قولہ: والجروح قصاص، (۴۶۱۱)

(60　تکملہ، ۲/ ۳۵۴؛ صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب القسامۃ، باب: اثبات القصاص فی الاسنان۔۔۔، ۱۱/ ۱۶۳

(61　تکملہ، ۲/ ۳۵۵؛ دیگر امثلہ کے لیے دیکھئے، تکملہ، ۳/ ۳۵۷-۳۶۲

(62　تکملہ، ۴/ ۵۰۱-۵۰۲؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: اثبات خوض نبینا، (۵۹۷۱)

(63　تکملہ، ۴/ ۵۱۴؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: اثبات خوض نبینا، (۵۹۹۵)

(64　تکملہ، ۴/ ۵۱۱؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: اثبات خوض نبینا، (۵۹۸۹)

(65　تکملہ، ۴/ ۵۰۶؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: اثبات خوض نبینا، (۵۹۷۷)

(66　تکملہ، ۴/ ۵۰۹؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: اثبات خوض نبینا، (۵۹۸)

(67　تکملہ، ۴/ ۵۰۹؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: اثبات حوض نبینا، (۵۹۸۴)

(68　تکملہ، ۴/ ۵۰۷

(69　تکملہ، ۴/ ۵۰۷؛ اکمال المعلم بفوائد مسلم، کتاب الفضائل، باب: اثبات حوض نبینا، ۷/ ۲۵۹-۲۶۰؛ مزید دیکھیں، تکملہ، ۴/ ۵۵۱-۵۵۵

(70　تکملہ، ۴/ ۵۰۷-۵۰۸؛ فتح الباری، کتاب الرقاق، باب: فی الحوض، ۱۱/ ۶۵۷